چھوٹے بچوں کی تعلیم وتربیت

پروفیسر سید محمد سلیمؒ

بچے گھر کی رونق: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ننھے منے بچوں کو جنت کے پھولوں سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح پھولوں کو دیکھ کر ہر آدمی خوش ہوتا ہے اسی طرح ننھے بچوں کو دیکھ کر ہر آدمی کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ والدین کو اپنی اولاد سے بے اندازہ محبت ہوتی ہے۔ اور اولاد کو دیکھ کر ماں باپ کا جی خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ بچے والدین کے لیے سکون وراحت کا سبب ہوتے ہیں۔ جب کام دھندے سے تھکا ہارا باپ گھر میں داخل ہوتا ہے اور چھوٹا بچہ اس کی ٹانگوں سے لپٹ جاتا ہے اور وہ اس کو اٹھا کر سینے سے چمٹا لیتا ہے، اس وقت اس کی ساری کلفتیں اور ساری کوفت دور ہو جاتی ہے۔ خوشی اور مسرت کی ایک لہر اس کے سارے جسم میں دوڑ جاتی ہے اور مسرت وشادمانی سے اس کا خشک چہرہ کھلکھلا اٹھتا ہے۔ اولاد کو والدین بڑھاپے کا سہارا سمجھتے ہیں۔ ان کو خاندان کی یادگار سمجھتے ہیں۔ اولاد کی ترقی اور نام وری سن کر خوشی سے والدین کا خون بڑھ جاتا ہے۔ اولاد والدین کے لیے محنت ومشقت کا پیغام ہے۔ اولاد کی خاطر والدین بے اندازہ محنت ومشقت کرتے ہیں۔ مصیبت پڑنے پر وہ اولاد کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اولاد کی قدر ان جوڑوں سے پوچھیے جو اولاد سے محروم ہیں۔ بچے فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ والدین کے لیے دولت بے بہا ہیں۔ بچے والدین کے لیے مسرت اور شادمانی کا خزانہ ہیں۔

بچے آزمائش ہیں: اسلام کی تعلیمات کے مطابق اولاد محض سکون وراحت کا ہی ذریعہ نہیں ہیں، بلکہ فی الحقیقت والدین کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں جس طرح مال ودولت اور ہزار ہا نعمتیں اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں اسی طرح اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان امانتوں کے ذریعے انسان خلیفۃ اللہ کے حسن عمل اور حسن کارکردگی کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ ان کے ذریعے انسان کی قوتوں، صلاحیتوں، علم اور اختیار کا امتحان لینا چاہتا ہے، اگر کوئی شخص مال ودولت کو عیاشیوں اور فضول خرچیوں میں اڑا دیتا ہے تو وہ دنیا میں بھی بدنامی مول لیتا ہے۔ اور آخرت میں بھی ناکامی

کا منہ دیکھتا ہے۔ عذابِ دوزخ کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اولاد دے کر والدین کی آزمائش مقصود ہے۔ کہ آیا والدین ان کی بہترین تعلیم وتربیت کرتے ہیں، بہترین زیورِ اخلاق وآداب سے ان کو آراستہ پیراستہ کرتے ہیں یا نہیں۔ دنیا میں اولاد کے ذریعے اپنے لیے نیک نامی کماتے ہیں یا لاپروائی برت کر ان کو بگاڑ دیتے ہیں اور اپنے لیے بدنامی چھوڑ جاتے ہیں۔ اولاد کو تعلیم یافتہ، بااخلاق، مہذب اور شائستہ اطوار بنا کر معاشرے میں خیر خواہ اور صالح افراد کا اضافہ کر کے جاتے ہیں یا بدکردار اور فسادانگیز افراد کا اضافہ کر کے جاتے ہیں۔

اولاد کی پیدائش کے بعد والدین ایک چیلنج سے دوچار ہوتے ہیں۔ ایک کڑی آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں۔ خواہ ان کو اس آزمائش کا شعور ہو یا نہ ہو۔ بیشتر والدین کو تو اپنی اس معاشرتی ذمے داری اور آزمائش کا شعور اور ادرک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد سے نوازا ہے۔ مگر وہ اولاد کی طرف سے لاپرواہیں۔ بچے ان کے گھروں میں خودرو رختوں کی طرح پروان چڑھتے ہیں وہاں نہ کوئی آب یاری کرنے والا ہوتا ہے اور نہ دیکھ بھال کرنے والا۔ والدین کو ان کی تعلیم وتربیت سے کوئی دل چسپی نہیں۔ وہ آوارہ اور بدکردار لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر خود بھی آوارہ اور بدکردار بن جاتے ہیں۔ والدین کو اولاد کے بگڑنے پر نہ کوئی پریشانی، نہ مستقبل کے نتائج سے کوئی خوف، نہ آخرت میں جواب دہی کا کوئی احساس۔ کسی نے اگر ٹوکا تو کہہ دیا کہ بڑا ہو کر خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ حال آں کہ آج کے کچے کانٹے ہی بڑے ہو کر پختہ ہوں گے۔

انسان کتنا نادان ہے۔ وہ اپنے مال اور جائداد کو دوسروں کے قبضے میں جانے سے بچانے کے لیے مستقل نگرانی کرتا ہے۔ ہمیشہ چوکنا رہتا ہے۔ لیکن جو اس کا سب سے بڑا سرمایہ ہے، اس کی اولاد۔ اس کی طرف سے مستقل غفلت ہے اور بے توجہی ہے۔ جس کا جی چاہے اولاد پر قبضہ کر لے اور اپنے رنگ میں رنگ دے۔ ان حالات میں اگر اولاد بگڑتی ہے، بداخلاقی کا مظاہرہ کرتی ہے تو والدین کو دوسروں کی بہ جائے پھر اپنے سے ہی شکوہ اور گلہ کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ اس کے والدین ہیں جو اگر یہودی ہیں تو اس کو یہودی بنا لیتے ہیں، اگر عیسائی ہیں تو اس کو عیسائی بنا لیتے ہیں، اور اگر مجوسی ہیں اس کو مجوسی بنا لیتے ہیں۔

بچے کی تعمیر اور تخریب میں والدین اور خاندان جو اہم کردار ادا کرتے ہیں اس کو یہ حدیث بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ بچوں کی مثال اس کچی مٹی کی مانند ہے جو کمہار کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اس سے مختلف قسم کے برتن بناتا رہتا ہے۔ انسانوں کو بنانے اور بگاڑنے میں والدین اور خاندان کو بڑا دخل حاصل ہے۔ معاشرے میں افراد جیسے بھی کچھ ہیں، وہ اپنے والدین، خاندان اور معاشرتی عوامل کے پروردہ اور تیار کردہ ہیں۔

بچہ ماں کی گود میں آنکھ کھولتا ہے آغاز ہی میں بچے کی سارا احتیاجات ماں کی ذات سے وابستہ ہوتی ہیں، زندگی خداوند تعالیٰ نے دی ہے، مگر بچے کو پروان ماں چڑھاتی ہے۔ بات صرف اتنی سی نہیں ہے۔ کہ ماں گندگی صاف کرتی ہے اور دودھ پلاتی ہے۔ ماں کے سینے سے چمٹ کر بچہ دودھ پیتا ہے اور محبت کی سینک حاصل کرتا ہے، ماں اپنا دودھ پلا کر

بچے کی نشونما کا ذریعہ بنتی ہے۔وہ محبت ایثار کے جذبات بھی اس دودھ کے ساتھ بچہ کے اندر انڈیل دیتی ہے۔اس طرح اس کی ذہنی اور اخلاقی نشونما بھی کرتی ہے۔گندی سے گندی اور پھوہڑ سے پھوہڑ ماں اعلیٰ تعلیم یافتہ نرسوں سے کہیں افضل ہوتی ہے۔ماں گھنٹوں اپنے گم صم بچے کے ساتھ گھنٹوں بچکانہ لہجے میں بات کرتی رہتی ہے۔وہ بچے کو اپنی آوازیں سناتی رہتی ہے۔ان کو سن سن کر بچے کے کان ان آوازوں سے مانوس ہوجاتے ہیں۔پھر وہ بھی ان آوازوں کی نقل کرنا شروع کر دیتا ہے۔اور خود بھی بولنا شروع کر دیتا ہے۔اگر عورتوں میں مرض کی حد تک باتیں کرنے کی عادت قدرت ودیعت نہ کرتی تو کوئی بچہ بولنا نہ سیکھتا۔نسل انسانی گونگی رہتی۔آج جو انسان قینچی کی طرح زبان چلا رہا ہے، یہ سب ماں کا فیضاب ہے۔ بچے کی نشوونما، تربیت افکار واخلاق سب ماں کی بے غرضانہ محبت، بے اندازہ صبر وتحمل اور ایثار قربانی کا نتیجہ ہے۔ ماں کا دنیا میں کوئی بدل نہیں ہے۔

جدید تہذیب نے بچے پر ظلم کیا۔دودھ پینے کے لئے بچے کے منہ میں شیشی دے دی۔بچے کو ماں کے سینے کی گرم سینک سے اور محبت سے محروم کر دیا۔اور جن کے بچے ہسپتال میں اور گوشۂ اطفال میں پرورش پاتے ہیں وہ تو بڑا ظلم کرتے ہیں۔کمرے میں چارپائیوں پر برابر سیکڑوں بچے لیٹے ہوئے ہیں۔وقت پر ان کو دودھ کی شیشی مل جاتی ہے۔انکی گندگی صاف ہوتی رہتی ہے۔مگر وہ ماں کی محبت سے محروم رہتے ہیں۔ماں کی محرومی سے ان کے اندر جذبات لطیف تومند ہوسکتے ہیں، منتظم اور مدبر ہوسکتے ہیں۔مگر شریف جذباتِ انسانی سے وہ بیگانہ رہتے ہیں۔وہ ہٹلر اور اسٹالن تو بن سکتے ہیں، مگر شرافت وانسانیت کے پیکر، رقت قلبی کے مظہر، ''جنید وبایزید'' نہیں بن سکتے۔

بچے کی ذہنی صلاحیت: بچوں کی ذہنی صلاحیت کے متعلق عام طور پر لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چھوٹے بچے بالکل ناسمجھ نادان بنتے ہیں۔حلانکہ وہ اتنے نادان نہیں ہوتے۔بچے کا ذوق تجسس بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے وہ کھلی آنکھ سے اشیا کا مشاہدہ کرتا ہے۔وہ کھلے کانوں سے آوازیں سنتا ہے۔وہ ہر چیز کو سمجھنا چاہتا ہے، جاننا چاہتا ہے۔وہ ہر چیز کو چھوتا ہے۔ہر چیز کو الٹتا پلٹتا ہے۔توڑتا پھوڑتا ہے۔بچہ کی یہ ساری جدوجہد معلومات حاصل کرنے کے لئے ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بچہ شرارتیں کر رہا ہے۔نفسیات اطفال کے ماہرین کی رائے ہے کہ تین چار سال کی عمر کو پہنچتے پہنچتے بچہ لاشعور میں ہر قسم کی معلومات کا وافر ذخیرہ فراہم کر لیتا ہے، یہ ذخیرہ اس کے پاس بنیادی سرمایۂ عالم کا حکم رکھتا ہے۔آئندہ جو معلومات اس کو حاصل ہوتی ہے۔وہ ان کو اپنے سابقہ ذخیرۂ علم کی روشنی میں مرتب کرتا ہے اور ذہن میں ایک مقام پر اس کو جگہ دیتا ہے۔اس طرح زندگی بھر اس کا علمی سفر جاری رہتا ہے۔اور ذخیرہ معلومات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اولین ذخیرہ معلومات بہت اہمیت کا حامل ہے۔بچے کے افکار و کردار اخلاق واعمال پر گہرے اثرات ثبت کرتا ہے۔اس لیے تشکیل ذہنیت کا یہ ابتدائی دور بے حد اہم ہے۔اس دور کی اہمیت کا والدین اور اساتذہ کو واضح ادراک ہونا چاہئے۔اس کے بعد ہی وہ بچے کی تعلیم وتربیت زیادہ بہتر انداز سے کرسکیں گے۔

ماحول سے اثر پذیری: والدین اور گھر کے افراد کی زبانی اور شعوری تعلیم سے زیادہ بچہ گھر کے افراد کی خاموش تلقین سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ گھر کے حالات سے اور گھر والوں کے معاملات سے وہ بڑی حد تک متاثر ہوتا ہے۔ بعض علمائے نفسیات نے بچے کے کردار پر ماحول کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ ان کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ گھروں کا ماحول مختلف نوعیت کا ہوتا ہے۔

۱......اگر بچہ محبت اور ہمدردی کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ محبت اور ہمدردی سیکھتا ہے۔ ۲......اگر بچہ تعریف کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ قابل تعریف بننے کی کوشش کرتا ہے۔ ۳......اگر بچہ ہمت افزائی کے ماحول میں رہتاہ تو وہ خود اعتمادی سیکھتا ہے۔ ۴......اگر بچہ تحفظ کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ دوسروں پر بھروسہ کرنا سیکھتا ہے۔ ۵......اگر بچہ تحمل مزاجی کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ صبر و بردباری سیکھتا ہے۔ ۶......اگر بچہ بے جا تعریف کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ خود پسند اور مغرور بن جاتا ہے۔ ۷......اگر بچے کی ہر خواہش پوری کی جاتی ہے تو وہ ضدی بن جاتا ہے۔ ۸......اگر بچہ تنہائی کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ اخوت ورفاقت سے ناآشنا رہتا ہے۔ ۹......اگر گھر کی اشیا بچے سے چھپا کر رکھی جاتی ہیں، تو بچہ میں چوری کی عادت پیدا ہوجاتی ہے۔ ۱۰......اگر بچہ ہر وقت روک ٹوک اور گرفت ہوتی رہتی ہے تو بچہ ڈرا ہوا اور سہا سہا رہتا ہے۔ ۱۱......اگر بچہ معاندانہ ماحول میں رہتا ہے تو بچہ لڑنا جھگڑنا سیکھتا ہے۔ ۱۲......اگر بچہ شرم دلانے اور تذلیل کے ماحول میں رہتا ہے تو بے حد شرمیلا اور محجوب بن جاتا ہے۔ ۱۳......اگر ماں باپ کی باہمی لڑائی جھگڑے کے درمیان بچہ پرورش پاتا ہے تو اس کی ذہنی اور اخلاقی تربیت میں نقص رہ جاتا ہے۔ ۱۴......اگر بچہ یتیمی کی حالت میں پرورش پاتا ہے تو خود اعتمادی پیدا کر کے محنت و مشقت کرتا ہے۔ یا بے سہارا محسوس کر کے آوارہ بن جاتا ہے۔

پہلی درس گاہ گھر ہے: بچے کی تعلیم و تربیت کی ذمے داری والدین اور گھر کے دوسرے افراد کے ذمے عائد ہوتی ہے۔ جس کا انہیں ادراک ہونا چاہئے۔ اس ذمے داری کو انہیں سنجیدگی سے ادا کرنے کی مقدور بھر کوشش کرنا چاہئے۔ بچوں کی تربیت کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ دنیا میں ہر کام کی تیاری کی جاتی ہے۔ مگر ہمارے معاشرے میں اس اہم کام کی سرے سے کوئی تیاری نہیں کی جاتی ہے۔ اس پر جس قدر افسوس کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ چھوٹے بچے کی تربیت اس کو صرف معلومات فراہم کر دینے تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ تربیت اپنے وسیع مفہوم میں مطلوب ہے۔ تعلیم و تربیت درحقیقت تعمیر سیرت اور تشکیل شخصیت کا نام ہے۔ چھوٹے بچوں کے معاملے میں تو تعلیم کی یہ تعریف لفظاً لفظاً درست ہے۔ تعلیم و تربیت کے ذریعے بچے کے افکار و کردار اور گفتار کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔ ایک خاص رخ پر ڈھالا جاتا ہے۔ اس کے اندر موجود جذبات اور احساسات کی ایک خاص انداز سے رہنمائی کی جاتی ہے۔ بچہ کے اندر شرافت، اخلاق اور شائستگی کے جذبات پیدا کئے جاتے ہیں۔ اخلاق محمودہ اس کے اندر پیدا کئے جاتے ہیں اور اخلاق مذمومہ اس سے دور کئے جاتے ہیں۔

یہ کام بڑے صبر و تحمل اور حکمت و دانائی سے کیا جاسکتا ہے۔ دور بینی مستقل مزاجی اس کے لیے درکار ہے۔ بردباری

اس کے لئے ضروری ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواتین کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ نرم ونازک آبگینے ہیں۔ذرا بھی سختی کروگے تو یہ شیشے ٹوٹ جائیں گے۔یہ تشبیہ بچوں پر بہ درجۂ اولیٰ صادق آتی ہے۔بچے ضرورت سے زیادہ سختی سے بھی بگڑ جاتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ نرمی سے بھی۔حکیمانہ انداز میں راہِ اعتدال اختیار کرنا چاہئے...... تب ان کی اصلاح کی توقع کی جاسکتی ہے۔

والدین کے فرائض: بچوں کی تعلیم وتربیت سے متعلق جو فرائض والدین پر عائد ہوتے ہیں ان کو والدین خواہی نہ خواہی صحیح یا غلط ادا تو کرتے ہیں مگر جان بوجھ کر صحیح طریقے سے ان فرائض کو ادا نہیں کرتے۔جس کی وجہ سے بسا اوقات نتائج امیدوں کے برخلاف ظاہر ہوتے ہیں۔جو مستعد والدین یہ فرائض بہ حسن وخوبی ادا کرنے کے خواہش مند ہوں ان کے لیے احادیث کے ذخیرہ میں کافی ہدایات اور رہنمائی موجود ہے۔ان کو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنا چاہئے۔جب بچہ تولد ہو تو گھر کا بزرگ بچے کے ایک کان میں اذان دے اور دوسرے کان میں اقامت کہے۔گویا اس طرح بچے نے کلمۂ شہادت ادا کردیا، وہ مسلمان ہوگیا۔بچہ خود تو ناسمجھ ہے گھر کے بزرگ نے وکیل بن کر اس کی جانب سے اعلان کردیا۔لاالہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ اب گویا وہ مسلمان ہوگیا۔جب وہ زبان سے حروف ادا کرنے کے قابل ہوجائے گا تو سب سے پہلے اس کو لفظ اللہ سکھایا جائے گا، اور اس کے بعد کلمہ طیبہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ سکھانا چاہئے۔تا کہ اب وہ خود اپنی زبان سے کلمہ ادا کرکے اسلام کی توثیق کردے۔سات سال کی عمر میں اس کو نماز سکھانا چاہئے۔اور دس سال کی عمر میں وہ باقاعدہ نماز پڑھنا شروع کردے۔

بچوں کی تعلیم وتربیت: والدہ کا فرض ہے کہ بچوں کو صاف ستھرا اور پاک رکھیں۔جب وہ بالکل چھوٹے ہوں تو خود ان کی صفائی کریں۔اس میں ہرگز کسل مندی اور سستی کا مظاہرہ نہ کرے۔اور جب وہ بڑے ہوجائیں تو ان کے اندر پاکی اور صفائی کا احساس پیدا کرنا......ان کو صاف ستھرا رہنے کا حکم دینا چاہئے۔صبح اُٹھتے ہیں وہ کلمہ طیبہ پڑھیں اور بزرگوں کو سلام کریں۔ پھر وہ صفائی کریں، منہ ہاتھ دھوئیں، کپڑوں کی صفائی کا خاص طور پر ان کے اندر احساس پیدا کرنا......دانت صاف کرنے کی عادت ڈالنا......جسمانی طہارت ذہنی پاکیزگی کے لئے راستہ ہموار کرتی ہے۔ان کو آداب اور سلیقہ سکھانا چاہئے۔کھانا کھانے کے آداب سکھانا......کھانے سے قبل ہاتھ دھونا......اور اسی طرح کھانے کے بعد بھی ہاتھ دھونا......کلی کرنا ......کھانا داہنے ہاتھ سے کھانا چاہئے، کھانا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا چاہئے۔کھانے سے قبل بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا چاہئے۔کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا......دعائے ماثورہ بچوں کو یاد کرانا چاہئے۔الحمدللّٰہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین، جب تک یہ دعا یاد نہ ہو تو بچوں کو ''اللہ تیرا شکر'' کہنا چاہئے۔گھر اور باہر بڑوں اور بزرگوں کو سلام کرنا...... بات ہمیشہ ادب سے اور سلیقے سے کرنا......گندی اور بے ہودہ بات زبان پر نہیں لانا چاہئے، بچوں کو جھوٹ بولنے اور غلط بیانی کرنے سے باز رکھنا......صاف اور صحیح زبان بولنے کی عادت ڈالنا......اگر کوئی

غلط لفظ زبان پر آجائے، اگر کوئی غلط جملہ بولا جائے تو یونہی نہیں چھوڑنا...... بلکہ اسی وقت اس کی اصلاح کرنا چاہئے۔ مہذب اور شائستہ زبان بولنے کی ہمت افزائی کرنا چاہئے۔ واضح رہے بچے احکام کی مصلحتیں نہیں سمجھتے۔ ان کو حکمتیں نہیں سمجھانی چاہئیں۔ ان کو حکم دینا چاہئے۔ کرو، نہ کرو کے انداز میں بات کرنا...... کسی کام کو ان پر نہیں چھوڑنا...... کہ وہ خود ہی سمجھ کر کرلیں گے۔ ابھی ان کے اندر قوتِ فیصلہ پیدا نہیں ہوئی ہے۔ آپ فیصلہ کر کے حکم دیں۔

ایک اہم بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ ایک شخص حکم دے اور دوسرا فوراً اسی وقت اس سے منع کردے، اس کی تردید کردے۔ اس سے بچے کے اعتماد کو زک پہنچے گی اس کا اعتماد مجروح ہوگا۔ یہ اچھا نہیں ہوتا۔ بچپن میں ہی بچے کے اندر اخلاقی حس پیدا کرنی چاہئے۔ پروان چڑھانی چاہئے۔ جھوٹ اور سچ، حق و ناحق کی تمیز ان کے اندر پیدا کرنا...... ہر موقع پر جب بچہ جھوٹ بولے تو ضرور تنبیہ کرنا چاہئے۔ اور ہر موقع پر جب وہ سچ بولے اس کو شاباش کہنا چاہئے۔ حق بات کہنے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے، ناحق بات کہنے پر ناراضی کا اظہار کرنا چاہئے۔ تب ان کے اندر سچ اور جھوٹ حق ناحق کی تمیز پروان چڑھے گی۔ بچوں کو گندے بچوں کی صحبت سے بچانا چاہئے۔ بچوں میں شرم و حیا کے تصورات ابھارنے چاہئیں۔ دوسروں کے لئے ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ بھی بچوں میں پیدا کرنا...... دوسروں کا کام کرنے کی بھی ہمت افزائی کرنا......

بالواسطہ طریقے سے بھی تربیت ہوتی ہے۔ بچے قصے اور کہانیاں بڑے شوق سے سنتے ہیں گھر میں موجود بڑی خواتین یا بڑی بہنیں عام طور پر یہ کہانیاں سناتی ہیں۔ یہ کہانیاں بامعنٰی بااخلاق اور اصلاحی ہونی چاہئیں۔ خوف ناک اور حیرت ناک کہانیاں نہیں ہونی چاہئیں۔ اگلے زمانے کی خواتین اس طرح کہانیاں سناتی تھیں۔ ایک تھا بادشاہ۔ ہمارا تمہارا بادشاہ اللہ ہے۔ وہ جنگل میں جارہا تھا اس نے ایک ہرن کا بچہ پکڑ لیا۔ ماں محبت کی ماری بچے کے پیچھے آرہی تھی۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ ہرنی آرہی ہے تو اس کو بڑا احساس ہوا اور اس نے وہ بچہ رہا کردیا۔ یا انبیاء کے قصے۔ سیرت رسول، حکایات صحابہ حکایات صالحین سنانے چاہئیں۔ اس کہانی میں سب سے پہلے تو حاکمیت کا اسلامی تصور بچوں کے ذہن میں بٹھانا۔ پھر ماں کی مامتا ظاہر کی ہے اور درپردہ شکار کی بھی مذمت کی ہے۔ اس قسم کے نصیحت آمیز کہانیاں بچوں کو سنانی چاہئیں۔ اس سے جھنجھلانا نہیں چاہئے، یہ بھی تعلیم کا ہی ایک انداز ہے۔ گھر کا سارا ماحول اسلامی ہو کوئی شے غیر اسلامی نہ ہو۔ بچوں کا لباس ساتر ہو اسلامی ہو۔ مغرب کی نقالی نہ ہو۔ بچوں میں اگر باہم لڑائی ہو تو ہمیشہ حق بات کہنا...... اور حق کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے۔ البتہ پھر کوشش کرنا چاہئے کہ دونوں میں صلح صفائی کرادی جائے۔ بیمار ہونا بچے کے لئے عجیب و غریب تجربہ ہوتا ہے۔ اس سے وہ بہت زیادہ پریشان ہوتا ہے۔ بیماری کے واضح اثرات جسم پر اور ذہن پر پڑتے ہیں۔ ذہنی اثرات کے ازالے کے لئے دعا درود ہے اور جسمانی اثرات کے ازالے کے لئے اسلام نے عیادت اور مزاج پرسی کا طریقہ رائج کیا ہے۔ مزاج پرسی سے مریض کو ذہنی اعتبار سے حوصلہ ملتا ہے۔ ہمت افزائی ہوتی ہے۔ چھوٹے بچے کے

یہاں معاملہ بالکل دوسرا ہے۔ وہ چاہتا ہے ماں باپ اس کے ساتھ رہیں، اس کو سینے سے چمٹائیں۔ اس لئے ایک نہ ایک فرد کو مریض بچے کے ساتھ رہنا چاہئے۔ شفایاب ہوجانے کے بعد بھی بچے کی خواہش یہی رہتی ہے کہ ماں بچے کے ساتھ ہی رہے۔ اور ساری توجہ مجھ پر ہی مرکوز ہے، اس ذہنی کیفیت سے بچے کو بتدریج باہر نکالنا چاہئے۔

بچے جب بڑے ہوجائیں تو ان کو اپنے کام خود کرنے کی عادت ڈالنا..... کھانا کھانا، جوتے پہننا، کپڑے بدلنا وغیرہ۔ جو والدین اپنے بچوں کے کام خود ہی انجام دیتے ہیں ان کے بچے کاہل اور ناکارہ بن جاتے ہیں۔ بچوں کا زیادہ لاڈ پیار ان کو بگاڑ دیتا ہے۔ کام کرنے سے بچوں کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ کام بچوں کی دل چسپی ہے اور مشغولیت ہے۔ یہ بچوں کے لئے ضروری ہے۔ کھیلنا، شور کرنا، ہنگامہ کرنا بچے کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ اس کا بہر حال ان کو موقع ملنا..... والدین کو اور بڑوں کو بچوں کی حرکتوں پر خواہ مخواہ نہیں بھڑکنا چاہئے۔ بلکہ یہ بات بھی والدین کی ذمے داری میں داخل ہے۔ کہ وہ بچوں کو کھل کے مواقع فراہم کریں۔ بلا سوچے سمجھے بچوں کو نہ مارنا..... نہ جھڑکنا..... البتہ یہ بات صحیح ہے کہ بچوں کے جا بجا ہر قسم کے مطالبات منظور نہیں کرنے چاہئیں۔ تاکہ ان پر یہ بات ظاہر ہوجائے کہ دنیا میں ہر شخص کی ہر بات پوری نہیں ہوتی ہے۔ بچوں کے رونے سے بھی والدین ضرورت سے زیادہ پریشان نہ ہوں، رونا بچوں کا طبعی فعل ہے۔ اس سے حلق کے اعضا مضبوط ہوتے ہیں۔ اس سے آواز صاف اور گرج دار بنتی ہے اس لئے بچوں کو رونے دینا ..... البتہ والدین کو کسی بے چینی کا مظاہرہ نہیں کرنا.....

اولاد کے درمیان معاملہ کرنے میں والدین کو ہرگز کوئی تفریق روا نہیں رکھنا..... عموماً ایک رونے والا اور ضدی بچہ فائدہ میں رہتا ہے۔ اور خاموش بچہ بہت سی رعایات سے محروم رہ جاتا ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے بچوں کے درمیان عدل وانصاف کریں۔ اور اگر کسی بچے کی ضد پوری کرنا ضروری ہے تو دوسرے بچے کو اعتماد میں لے کر اس کو اپنے بھائی کے لئے ایثار اور قربانی پر آمادہ کرنا چاہئے۔ اس کے بعد بھائی کی شئی بھی اس ضدی کو دینا چاہئے۔ بغیر اعتماد میں لئے ہوئے خود ہی اس کے ہاتھ سے چھین کر دوسرے کے ہاتھ میں دینا صحیح نہیں ہے، اس طرح دوسرے کا حق مارا گیا اور اس کا ذہن مجروح ہوا۔

والدین کی ذمے داریاں: اولاد ہوجانے کے بعد والدین پر پابندیاں عائد ہوجاتی ہیں۔ اب وہ تنہا ایک دوسرے کو نہیں دیکھ رہے ہیں بلکہ گھر میں ایک تیسری ہستی بھی آگئی ہے وہ ان دونوں کو دیکھتی ہے گو زبان سے وہ خاموش ہے۔ اس لیے والدین کو اپنے بچوں کی موجودگی میں کوئی بداخلاقی تو کجا کوئی فروتر حرکت بھی نہیں کرنا چاہئے۔ بعض فہیم اور دانا والدین کے متعلق یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ اگر ان میں چپقلش ہوجاتی تھی تو وہ اپنے بچوں کے سامنے نہیں لڑتے تھے۔ اور جب بچے سو جاتے تھے تب لڑتے تھے۔ واضح رہے کے بچوں کے ذہن میں والدین کی شخصیت ایک مثالی انسان کا نمونہ ہوتی ہے۔ وہ کردار، گفتار، رفتار میں اپنے والدین یا گھر کے بزرگوں کی نقل اتارتے ہیں۔ گھر میں اگر بڑے بھائی بہن ہوتے ہیں تو ان کی نقل اتارتے ہیں۔ ان کے طور طریقے اختیار کرتے ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے والدین پر بزرگوں پر

اور بڑے بھائی بہنوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں کے سامنے بہترین نمونہ اور بہترین طرز عمل پیش کریں۔ ان کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ میری غلط حرکت یا غلط عادت متعدی ہوتی ہے چھوٹے بچے تک۔ اب اگر ان کو ان عادات سے محفوظ رکھنا ہے تو بڑوں کو وہ عادات ترک کرنا چاہئیں۔ جن گھروں میں والدین حقہ یا سگریٹ پیتے نہیں ان گھرانوں میں عموماً بچے بھی سگریٹ یا حقہ پینے کی عادت سیکھ جاتے ہیں۔

والدین کو ہمیشہ اپنی بلند حیثیت کا شعور رہنا...... اور وہ اس سطح سے بچوں سے برتاؤ کریں۔ مثلاً ان کو چاہئے کہ وہ بچوں کے ساتھ ہرگز مذاق نہ کریں۔ مذاق کرنے والے والدین کا وقار بچوں کی نگاہ میں گر جاتا ہے والدین کو جھوٹ نہیں بولنا چاہئے۔ مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہئے۔ اور یہ تو انتہائی گھناؤنی حرکت ہے کہ باہر کسی نے دستک دی اور بچے سے کہلوا دیا کہ دوہ گھر میں نہیں ہیں۔ ایسا موقع بچہ کے لئے سخت ذہنی پریشانی اور انتشار کا ہوتا ہے اور پھر یہیں سے وہ منافقت اور دورنگی سیکھتا ہے۔ عورتوں میں طنزاً باتیں کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ سب کے ساتھ کرتی ہیں۔ اولاد کے ساتھ بھی طنزاً گفتگو کرتی ہیں۔ بیانیہ انداز گفتگو میں تو اصلاح کا پہلو ہوتا ہے لیکن طنزیہ انداز میں ضد اور ہٹ دھرمی بلکہ نافرمانی اور بغاوت کے آثار ہوتے ہیں۔ اس لئے والدہ کو اور عورتوں کو یہ طنزیہ گفتگو کا انداز ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ والدہ کو اور عورتوں کی ایک اور بری عادت سے اجتناب کرنا چاہئے۔ بچے کو خاموش کرنے کے لئے کسی خوف ناک شے کا ڈراوا نہیں بتانا چاہئے۔ اس سے بچے کے ذہن میں گرہ پڑ جاتی ہے وقتی فائدے کے لئے بچے کے ذہن میں الجھنیں پیدا کرنا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔

اساتذہ اور والدین کی مشترکہ ذمے داری: چھوٹے بچوں کی تعلیم میں والدین کے ساتھ استاد اور مدرسہ بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ بچے کی تعلیم کا مرحلہ آغاز میں اچھا خاصا دشوار ہوتا ہے۔ استاد اور والدین کے باہمی تعاون سے یہ مرحلہ آسان ہو سکتا ہے۔ ماں کا فرض ہے کہ وہ بچے کو مدرسے جانے کے لئے تیار کرے۔ حتی الامکان اس میں ناغہ نہ ہونے دے۔ چھوٹے موٹے عذرات کو نظر انداز کر دے۔ تا کہ بچہ پابندی سے مدرسہ جانے لگے۔ بچوں کو عادت ڈالنا چاہئے کہ وہ گھر آکر اپنا سبق سنائیں۔ والدہ دل چسپی کے ساتھ ان کا سبق سنے۔ چھوٹے بچوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ با آواز بلند اپنا سبق دہرائیں۔ تا کہ ان کا تلفظ درست ہو۔ اور الفاظ زبان پر رواں ہو جائیں۔ والدین بچوں کو پڑھنے اور لکھنے کا صحیح طریقہ بتائیں۔ گھر میں بچوں کے لئے لکھنے پڑھنے کی سہولتیں میسر ہونا چاہئیں۔ بچوں کا ذہن تیزی سے ترقی کرتا ہے۔ اس لئے وہ ہر قسم کے سوالات کرتے ہیں۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ ٹھنڈے مزاج سے بچوں کے سوالات کے جوابات دیں اور ان کو سمجھائیں۔ نہ غصے ہوں، نہ جھنجھلائیں اور نہ جھڑکیں۔ جب تک والدین تحمل اور بردبار نہ ہوں وہ بچوں کی اچھے طریقے سے تربیت نہیں کر سکتے۔ والدہ کو خاص طور پر بچے کے اندر ذہنی کیفیت سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ مزید براں والدہ کو ہر بچے کا مزاج سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ ایک گھر کے بچے بھی مزاجی کیفیات میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنا صحیح نہیں ہے۔ مزاج فہمی کے بعد والدین بچوں کی تربیت بہتر طریقے پر کر سکتے ہیں۔